لباس اور چہرے کی وضع اور ایسے ہی دوسرے ظواہر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی ہدایات دی ہیں، وہ مدینہ طیبہ کے آخری پانچ چھ برسوں کی ہیں۔ اس سے پہلے پندرہ سولہ سال تک آپ اپنے متبعین میں تقویٰ اور احسان کی وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جن کا مفصل نقشہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان ہوا ہے۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جس کو تزکیۂ نفوس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا۔ اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ مس خام کو کندن بنانے ہی پر صرف کی تھی، پھر جب کندن بنا لیا تب اس پر اشرفی کا نقش مرتسم کیا۔ لیکن اس تقدیم و تاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے احکام شرعی کی تعمیل سے جی چرانے کا بہانہ بنایا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متقیانہ وضع بنانے سے پرہیز کیا جائے جس کی تہ میں واقعی تقویٰ اور خدا ترسی موجود نہ ہو اور جس کے اندر اسلامی اخلاق کی روح مفقود ہو۔

لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے۔

ڈاڑھی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر ڈاڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی ڈاڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں ڈاڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے ڈاڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔

سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانہ میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں "بودے" کہتے ہیں، اور جنہیں یو۔پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لیے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔

ڈاڑھی کے متعلق ایک سوال

"میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ میرے کچھ ایسے رشتہ دار جو علم دین سے کافی واقف ہیں، وہ اس پر اعتراض کرتے

ہیں کہ ڈاڑھی فرض نہیں ہے، قرآن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا، ڈاڑھی نہ رکھی جائے تو کوئی گناہ کبیرہ ہے، یہ رسول کی سستی محبت ہے۔ آپ فرمائیے کہ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

ڈاڑھی کے متعلق آپ نے جو سوال مجھ سے کیا ہے۔ اس پر ایک انگریز نومسلم کا واقعہ یاد آگیا جس نے اسلام کا اچھا مطالعہ کرنے کے بعد اس کو قبول کیا تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد ہی اس نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی۔ بعض لوگ جو اسی طرح کے "علم دین" سے کافی واقف تھے جیسے آپ کے یہ عزیز ہیں، کہنے لگے کہ ڈاڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ایسا ضروری کام تو نہیں ہے پھر کیوں خواہ مخواہ آپ نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی؟ اس نے جواب دیا "میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم کو نہیں جانتا، میں بس یہ جانتا ہوں کہ پیغمبر نے اس کا حکم دیا ہے، جب میں نے پیغمبر کی اطاعت قبول کرلی تو حکم بجالانا میرا فرض ہے کسی ماتحت کا یہ کام نہیں ہے کہ (HIGHER AUTHORITY) افسر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے۔" بس یہی واقعہ اپنے ان عزیزوں کو سنادیجئے۔ اور ان سے یہ بھی پوچھئے کہ یہ تو خیر رسول کی سستی محبت ہے، جناب نے اگر کسی مہنگی محبت کا ثبوت دیا ہو، تو ارشاد فرمایئے۔ اگر ایک نوکر آقا کے آسان احکام کی تعمیل سے بھی گریز کرتا ہے۔ تو وہ امور مہمہ کو کیسے سرانجام دے سکیگا۔ ہم سستی اور مہنگی محبت کا فرق نہیں جانتے۔ ہمیں تو پوری طرح اس راستے پر چلنا ہے۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں، اور ان احکام کی تعمیل کرنی ہے۔ جو آپ نے دیے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ موجودہ زمانہ میں ڈاڑھی رکھنا، کسی ایسے شخص کے لئے جو فرنگیت زدہ طبقوں سے تعلق رکھتا ہو، محض ایک حکم نبوی کی تعمیل ہی نہیں ہے، بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور عجب نہیں کہ اسکے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے۔ سب سے پہلے تو اس کو خود اپنے اس مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف بہت دنوں تک جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو برسوں کی تعلیم و تربیت اور ماحولی اثرات کے تحت اس کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ پھر جب وہ اس پرانے ذوق کی بیخ کنی کرنے اور اس کی جگہ اسلامی ذوق اپنے اندر پرورش کرنے میں اس حد تک کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کے چہرے پر ڈاڑھی اُگ سکے تو باہر ایک دوسری کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا ماحول اس سے لڑنے لگتا ہے۔ کہ یہ کیسا انقلاب تیرے اندر رونما ہو رہا ہے۔ اس کے عزیز، اقارب، دوست، آشنا، سب اسے چھیڑنے لگتے ہیں۔ اسکا مذاق

اڑایا جاتا ہے، اس پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، شادی کے مارکیٹ میں اسکی قیمت گر جاتی ہے، ہر طرف سے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس دیوار کو ڈھاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان اٹھ رہی ہے۔ ان پے در پے حملوں کے مقابلہ میں وہ شخص ٹھہر نہیں سکتا، جس میں کیرکٹر کی مضبوطی نہ ہو، یا جس میں اندرونی تغیر کے مکمل ہونے سے پہلے کسی وقتی جذبے کے اثر یا کسی خارجی دباؤ سے بیرونی تغیر شروع ہو گیا ہو۔ ایسا شخص تھوڑا یا بہت مقابلہ کرنے کے بعد آخر کار اپنے ماحول سے شکست کھا جاتا ہے۔ اور بہروپیوں کی طرح پھر وہی وضع اختیار کر لیتا ہے جسے چھوڑنے کی اس نے نمائش کی تھی۔ مگر جو مضبوط کیرکٹر رکھتا ہو اور جس کا باطنی انقلاب پائدار بنیادوں پر اٹھا ہو، وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہے اور اس استقامت کے نتیجہ میں اسے دو زبردست فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے اندر موجودہ کافرانہ ماحول کے خلاف دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ جس مضبوط سیرت کا اس نے ثبوت دیا ہے اس کا رعب اسکے ماحول پر طاری ہو جاتا ہے اور اس کی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی سوسائٹی کے دوسرے اصلاح پذیر لوگوں پر بھی وہ اثر ڈال سکے۔

اکثر لوگ اس حقیقت سے بیخبر ہیں کہ اس زمانہ میں منڈی ہوئی ڈاڑھی محض ایک وضع نہیں ہے بلکہ ایک کلچر اور ایک مذہب زندگی کا نمایاں ترین شعار ہے۔ اس شعار کو چھوڑنا دراصل اس کلچر اور اس مذہب زندگی کو چھوڑنے کا اعلان ہے جس کا یہ شعار ہے، اور ڈاڑھی رکھنا کم از کم موجودہ حالات میں تو عملاً اسلام کو بحیثیت کلچر اور مذہب زندگی کے اختیار کرنے کا ہم معنی ہے۔ یہ ترک و اختیار اس وقت تک حقیقی اور پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک فی الواقع آدمی کے نفس میں مغربی کلچر اور مذہب زندگی کا اچھی طرح قلع قمع نہ ہو جائے اور اس کی جگہ اسلامی کلچر اور مذہب زندگی کی جڑیں اچھی خاصی مضبوط نہ ہو جائیں۔ لہٰذا جو لوگ محض سطحی طور پر اخلاقی دباؤ ڈال کر جدید طرز کے نوجوانوں سے ڈاڑھی رکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اندرونی انقلاب چاہے ہو یا نہ ہو مگر بیرونی انقلاب سے ضابطہ کی خانہ پری فوراً کر دی جائے وہ بیچارے حقائق سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ مگر جہاں یہ تغیر فی الحقیقت ایک گہرے اندرونی انقلاب کا نتیجہ ہو، اور اس کے متوازی منفیانہ سیرت کے دوسرے مظاہر بھی ساتھ ساتھ نمایاں ہو رہے ہوں اور ماحول کے غیر اسلامی اثرات سے لڑنے میں بھی پامردی کا ثبوت دیا جا رہا ہو، ایسی جگہ اس انقلاب کو